اسلام کا تصورِ ریاست

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ
مرتب: ابومعاویہ رحمانی چوہان

خداوندقدوس نے بنی نوع انسان کوایک ایسی ممتاز اور منفرد خصوصی فطرت سے نوازا ہے کہ وہ اس حیاتِ مستعار کے ہر لمحہ میں تعاون باہمی اور اشتراک عمل کا محتاج ہے۔انسان کی اس تمدنی زندگی میں ہر فرد اور جماعت کے لیے ایک دوسرے پر باہمی اشتراک کے باعث کچھ خصوصی حقوق ذمہ ہوتے ہیں‘ جن کے تحفظ اور صیانت کے لیے انسان فطری طور پر ایک ایسے ضابطۂ حیات اور قانونِ اجتماعی کا محتاج ہے جس کی آئینی دفعات انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کی متکفل ہوں اور باہمی تعدی اور تجاوز کا انسداد کرے۔

من عناية اللّٰه سبحانه بالانسان ان خلق الانسان مدنى الطبع لايتم ارتفاقه الابصحبتهٖ بنى نوعه واجتماعهم وتعاونهم (البدورالبازغہ۔ص۸۴)

ترجمہ: خداوندقدوس کی عنایات میں سے انسان پر ایک عنایت یہ ہے کہ انسان کو اس طرح کا مدنی الطبع پیدا کیا ہے کہ اس کی زندگی کے منافع اپنے ہم نوع افراد کی صحبت ان کے اجتماع اور باہمی تعاون کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

انسان اپنی اس اجتماعی زندگی کے تحفظ اور باہمی تعاون کو مستحکم کرنے کے لیے فطری طور پر نظامِ حکومت کا محتاج ہے۔اسلامی نظامِ حکومت ہی ایک ایسا نظام ہے جو کہ انسان کی تمدنی ،معاشرتی اور اخلاقی تمام ضروریات ہی کا متکفل ہے اور یہی وہ نظام ہے جو کہ انسان کی اس فطری ضرورت کے تمام مقتضیات کو محیط ہے۔نظام اسلامی اپنے خصوصی اور ممتاز اوصاف کے اعتبار سے انسان کے تمام اختراع کردہ نظام ہائے حیات سے منفرد ہے۔اسلامی نظام کو جن خصوصی اوصاف کے باعث برتری حاصل ہے۔ان میں اسلامی ریاست کے قیام کی غرض وغایت۔اسلامی ریاست کے تصور اقتدار مجلس شوریٰ، کفالت عامہ اور قانونی مساوات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔انسان کی اس فطری ضرورت کے پیش نظر خداوندقدوس نے اسلامی نظامِ حکومت کے احکام نازل فرمائے۔اختصاراً اسلامی نظام حکومت کے خصوصی اوصاف ذکر کیے جاتے ہیں۔

اسلامی نظامِ حکومت کی غرض وغایت:

اسلامی ریاست کا مرکزی تصور اور اس کے قیام کا محور حصولِ تنعم وتعیش نہیں بلکہ اشاعت دین ،اعلاء کلمۃ اللہ اور نظامِ عدل کا قیام ہے۔اس لیے علماء سیاست نے اسلامی ریاست کی تعریف ان الفاظ سے بیان کی ہے۔

الخلافة هی الریاسة العامة فی التصدری اقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة واقامة ارکان الاسلام والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة واعطا ئهم من الفیٔ والقیام بالقضاء واقامة الحدود ورفع المظالم والامربالمعروف و النهی عن المنکر نیابةً عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم . (ازالۃ الخفاء، ص۲، ج۱)

ترجمہ: خلافت ایک ایسی ریاست عامہ ہے جس سے مقصود احیاءِ علوم دینیہ کے ساتھ اقامت دین ہے اور ارکان اسلام کا قائم کرنا اور جہاد کا قیام اور جہاد کے متعلق جو امور ہوں جیسے لشکروں کی ترتیب، مجاہدوں کی تنخواہوں کا تقرر اور مال فئ میں سے ان کو حصہ دینا قاضیوں کا تعین اور اقامت حدود اور مظالم کا انسداد نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔ خلیفۂ وقت امور خلافت کو اس اعتبار سے سرانجام دے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب ہے۔

اسلامی نظامِ حکومت اپنے جن اوصاف اور خصوصیات کے باعث دوسرے نظاموں سے ممتاز اور منفرد ہے۔ اگر چہ وہ متعدد اور بے شمار ہیں لیکن ان میں سے سب سے جو اہم امر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست ایک نیابتی اور خلافتی حکومت ہے۔ جس میں اقتدار واختیار اعلیٰ کا سرچشمہ تمام تر خداوند قدوس کی ذات والاصفات ہے۔ اسلامی ریاست کا قانون اللہ کا قانون ہے۔ اس میں حکومت اللہ کی حکومت ہے۔

اسلامی نظامِ عدل کے اہم فریضہ کی سرانجام دہی کی ذمہ داری کے اعتبار سے اس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی حاکم ہے اور خود ہی محکوم ہے۔ کیوں کہ اسلامی سلطنت نہ تو خلیفۂ وقت کی ملکیت ہے اور نہ ہی اس کے خاندان کی بلکہ ملکیت تو صرف اللہ کی ہے لیکن اس کی نیابت سارے مسلمانوں کا یکساں حق ہے اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے حیطۂ اختیار میں تحفظ حقوق ریاست اور نظامِ عدل کے قیام کی جدوجہد اور سعی مسلسل میں مصروف رہے اور خلیفۂ وقت کی تمام تر مساعی کا مرکزی محور صرف اور صرف اقامت دین اور نظامِ عدل کا قیام ہے۔ اسلام کے اس اساسی دستور کی طرف خلیفۂ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے:

ایها الناس قدولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذله حقه والقوی ضعیف عندی اخذ منه الحق ا طیعونی فی ما اطعت اللّٰه ورسولهٖ فأذا عصیت اللّٰه ورسولهٖ فلاطاعة لی.

ترجمہ: اے لوگو! میں تمہارا ولی مقرر کیا گیا ہوں۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں برائی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ سچائی امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق دلوادوں اور قوی ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ اس سے غریب کا حق لے لوں۔ میری اطاعت کروں اس وقت تک جب تک میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مناصب وعہدہ جات طلب زر اور حصول تعیش وتنعم کے لیے نہیں ہوتے بلکہ محض اشاعت دین کے لیے بطور امانت کے باصلاحیت اور متدین اور احساس ذمہ داری کے جذبہ رکھنے والے افراد امت کو تفویض کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے خطبہ میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم انی اشھدک علیٰ امراء الامصار فانی بعثتھم لیعلمون الناس دینھم وسنة نبیھم ویقسمون فیئھم ویعدلون (ازالۃ الخفاء، ج۲،ص۶۴)

ترجمہ: اے اللہ! میں شہروں کے عمّال پر تجھے گواہ بناتا ہوں۔ میں ان کو صرف اس لیے مقرر کر کے بھیجتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو ان کا دین اور ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت سکھلائیں اور ان کے اندر مال فیٔ تقسیم اور ان کے درمیان نظام عدل قائم کریں۔ اور ایک دوسرے خطبہ میں خود عمّال ہی کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

الا وانی لم ابعثکم امراء ولاجبّارین ولکن بعثتکم آئمة الھُدیٰ یُھتدی بکم فادّروا علی المسلمین حقوقھم ولاتضربوھم فتذلوھم ولا تحمدوھم فتفتنوھم ولاتغلقوا الابواب دونھم فیأکل قویھم ضعیفھم ولا تستأثروا علیھم فتظلموھم.

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ میں نے تم کو حکمران اور سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ تمہیں بطور ائمہ ہدایت کے طور پر مقرر کیا ہے۔ تاکہ لوگ تمہارے ذریعے ہدایت حاصل کریں۔ پس مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ ان کو زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔ ان کی تعریفیں نہ کرو کہ وہ (غلط فہمی میں پڑ کر تکبر کر کے) فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ان کے سامنے اپنے دروازے بند نہ کرو کہ طاقت ور کمزور کو کھا جائیں۔ ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ اس طرح ان پر ظلم نہ کرنے لگو۔

شوریٰ:

قرآن مجید میں مسلمانوں کے خصوصی اوصاف میں سے ایک وصف یہ بیان کی گئی ہے۔ وامرہم شوریٰ بینہم اور ان کا نظام باہمی مشورہ پر مبنی ہوگا۔ اسلامی ریاست میں مجلس شوریٰ کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کے اندر مجلس شوریٰ کے دائرہ کار کو بھی متعین کیا گیا ہے۔ مجلس شوریٰ میں وہ نئے پیدا ہونے والے حوادث وواقعات زیر بحث آئیں گے۔ جن کے متعلق قرآن مجید وحدیث اور تعامل صحابہ کرام میں کوئی واضح اور غیر مبہم حکم موجود نہ ہو۔ اصحاب شوریٰ ایسے حوادث کے متعلق قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ کی روشنی میں شرعی اجتہاد کے ذریعے احکام کا تتبع وتفحص کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان قرآن وحدیث کے عالم اصابت رائے تدین اور فقیہانہ بصیرت کے حامل ہوں۔ اصحابِ شوریٰ کے اوصاف کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ واضح ہے۔

(۱) **ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب وسنة فقال ینظر فیہ العابدون من المؤ منین** (سنن دارمی، ص۲۸)

ترجمہ: تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا ذکر نہ تو کہیں

قرآن میں ہو اور نہ سنت میں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اس معاملہ پر مسلمانوں کے صالح لوگ غور کر کے اس کا فیصلہ کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے:

(۲)عن علی قال قلت یارسول اللہ ان اعرض لی امرلم ینزل قضاء فی امرہ ولاسنة تأمرنی؟قال تجعلونہ شوری بین اھل الفقہ والعابدین من المؤمنین ولانقض فیہ برأیک خاصة (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میرے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے، جس کا ذکر قرآن مجید میں نازل نہ ہوا ہو اور نہ ہی اس کا ذکر سنت میں ہو تو اس معاملہ میں آپ مجھے کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو قانون اسلامی میں بصیرت رکھنے والوں اور عبادت گزار صالحین کے مشورہ سے طے کرو اور اس میں تنہا اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کرو۔

کتبِ سیرت و حدیث میں خلیفۂ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ وہ امور کہ جن کے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی واضح ہدایت موجود نہ ہو تو آپ جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے ان امور کا فیصلہ کرتے تھے۔ چنانچہ میمون بن مہران سے روایت ہے کہ:

حدثنا میمون بن مھران فقال کان ابوبکر اذاورد علیہ الخصم نظرفی کتاب اللہ تعالیٰ فأذا وجدفیہ مایقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الامر سنةً قضی بہ فان اعیاہ' خرج فسئل المسلمین وقال اتانی وکذا فھل علمتم ان رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قضی فی ذالک بقضاء فربما اجتمع الیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس وخیارھم فاستشارھم فأذا اجتمع رأیھم علیٰ امرقضی بہ (سنن دارمی)

ترجمہ: ہم سے میمون بن مہران نے روایت بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جس وقت کوئی فریق معاملہ یا مقدمہ لاتے تو آپ پہلے اس پر کتاب اللہ کی روشنی میں غور کرتے۔ اگر اس میں ان کو کوئی ایسی چیز مل جاتی جس سے ان کے معاملہ کا فیصلہ ہوسکتا تو اس کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب اللہ میں ان کو اس فیصلہ کے لیے کوئی چیز نہ ملتی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کوئی چیز نہ پاتے اور تلاش کر کے تھک جاتے تو پھر نکل کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ میرے سامنے اس طرح کا معاملہ آیا ہے کیا کسی شخص کے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ ہے جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس متعدد ایسے اشخاص جمع ہو جاتے جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ بیان کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ امت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت نہ ملتی تو پھر قوم کے سربرآوردہ اور پسندیدہ افراد کو جمع کر کے ان سے

مشورہ کرتے اور پھر وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اس کے مطابق وہ اس معاملہ کا فیصلہ کر دیتے۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کتب سیرت میں ہے کہ:

کان من سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یشاور الصحابہ ویناظر ھم حتی تنکشف الغمۃ وتأتیہ الثلج فصار غالب قضایاہ وفتاواہ متبعۃ فی مشارق الارض ومغاربھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ معاملات میں صحابہ سے مشورہ کرتے اور ان سے بحث کرتے۔ یہاں تک کہ الجھن دور ہو جاتی اور دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا۔ یہ اس کا اثر ہے کہ ان کے فتوے اور فیصلے تمام مشرق اور مغرب میں معمول بہ بنے۔

کتب تاریخ وسیرت میں متعین طور پر اصحاب شوریٰ میں جن حضرات کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

کفالت عامہ:

اسلامی ریاست کی مدار چونکہ اس امر واقعی پر ہے کہ اقتدار کا سرچشمہ خداوند قدوس کی ذات والاصفات ہے۔ اس لیے انسان دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ نیابت اور خلافت کا منصب جلیل اوّلاً اور بالاصالہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کے لیے آپ کے توسط سے حاصل ہے۔

قاضی بیضاوی آیت انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

والمراد بہ آدم علیہ السلام لانہ کان خلیفۃ اللّٰہ تعالیٰ فی ارضہ وکذالک کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاست الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرفیھم۔

ترجمہ: اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ کیوں کہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا۔ زمین کی آبادی اور لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے میں۔

اس لیے اسلامی ریاست میں خلیفۂ وقت کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا میں رب العالمین کی ربوبیت کا مظہر بن کر ایک ایسا صالح نظام قائم کرے جو ایک طرف روحانی اور اخلاقی برتری کا ضامن ہو تو دوسری طرف سیاسی تمدنی اور معاشی ترقی وکمال کا بھی متکفل وحامل ہو۔ انہی وجوہ کی بناء پر اسلامی ریاست جہاں عوام کے اخلاق کو درست کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ وہاں اس بات کا بھی انتظام کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے اندر رہنے والا کوئی فرد بھی زندگی کی بنیادی ضرورت سے محروم نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

السلطان ولی من لاولی له . حکومت ہراس شخص کی دست گیر ومددگار رہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

ایک دوسرا فرمان ہے: **انا وارث من لاوارث له اعقل له** ۔میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں۔ اس کی جانب سے دیت ادا کروں گا۔(اگراس کے ذمہ واجب الاداہوگی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کفالت عامہ کا بہت ہی اچھا انتظام فرمایا اور برسراعلان فرمایا کہ

انی قد فرضت بکل نفس مسلمة فی شهر مُدَّیٔ حِنْطة وقطیٰ خل .

میں نے ہر مسلمان فرد کے لیے فی ماہ دومُد گندم اور دوقط سرکہ کے مقرر کیے ہیں۔

اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہ ہوتو پھر یہ شہر کے اغنیاء پر لازم ہے کہ اس شہر کے فقراء کی کفالت کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

ان اللّٰه تعالیٰ فرض علی الاغنياء فی اموالهم بقدر مايكفی فقراء هم فان جاعوا اوعروا وجهد وافيمنع الاغنياء حق علی الله تعالیٰ ان يحاسبهم يوم القيمة ويعذبهم عليه . (المحلی،ص ۱۵۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے احوال پر ان کے غریب بھائیوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کردیا ہے۔پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں۔محض اس بناء پر کہ اہل ثروت اپنا حق ادانہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اوراس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

مساوات:

اسلامی ریاست میں نظامِ عدل اور قانون کی بالادستی کے لحاظ سے ہر شخص برابر ہے۔حکومتِ الٰہیہ میں شرافت اور بزرگی کا معیار کسی خاص قبیلہ اور گروہ سے مختص نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری شرافت کا معیار ہے۔قرآن حکیم نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہہ کرصرف انسانی اعمال کوشرف واحترام کا مستحق ٹھہرایا ہے۔فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یا معشر قریش ان الله قداذهب منکم نخوة جاهلية وتعظمها بالآ باء الناس من آدم وآدم من تراب (ابن ہشام،ص ۴۱۲،ج ۲)

ترجمہ: اے گروہ قریش! اب جاہلیت کا غروراورنسب کا فخر خدا نے مٹادیا ہے۔تمام انسان آدم کی نسل سے ہیں اورآدم مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔

حجتہ الوداع کے موقع پر آپ نے اعلان فرمایا کہ:

لیس للعربی فضل علی اللعجمی والاللعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم وآدم من تراب.

ترجمہ: عرب کوعجم پراورعجم کوعرب پر کوئی فضیلت نہیں۔تم سب کے سب آدم کے بیٹے ہواورآدم مٹی سے بنے تھے۔

ایک دفعہ قریش کے ایک معزز خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور چوری کی سزااسلام میں قطع ید

ہے۔ بعض لوگوں نے اس عورت کی خاندانی عظمت کے پیش نظر اس کے لیے قانون میں کچھ رعایت حاصل کرنا چاہی۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت کو محبوب تھے) درخواست کی گئی کہ وہ اس عورت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں۔ انھوں نے لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی۔ آپ نے ان کی اس سفارش پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا پھر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے پہلے بہت سی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معمولی آدمی ارتکاب جرم کرتا تو اسے سزا دیتے مگر جب کوئی بااثر آدمی یہ حرکت کرتا تو اس سے درگزر کرتے۔ اس کے بعد نہایت ہی زور کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ:

والذی نفس محمد بیده لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت یدها.

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سپہ سالار کو ضروری ہدایت دیتے ہوئے اس اصول مساوات کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی:

لیس بین اللّٰه وبین احد بنسب الا بطاعة فالناس شریفهم وضیعهم فی دین الله سواء .

ترجمه: اللہ تعالیٰ اور کسی شخص کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے مگر اس کی اطاعت اس وجہ سے خدا کے قانون میں شریف اور حقیر سب کے سب برابر ہیں۔

اسلامی ریاست کی یہی وہ خصوصیات ہیں کہ جن کے باعث حکومت الٰہیہ کو ظل اللہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

السلطان ظل الله فی الارض یأوی الیه کل مظلوم من عباد الله

ترجمه: صالح حکومت زمین میں اللہ کے امن کا سایہ ہے۔ جس کے دامن میں بندگانِ الٰہی میں سے ہر مظلوم پناہ پاتا ہے۔

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762